₹20
شوخ وسنجیدہ شاعر: اکبر الہ آبادی | جذبہ عشق کا شاعر شور انگیز: سراج اورنگ آبادی
اکتوبر 2022

ماهنامه

پیش رفت

نئی دہلی

ISSN 2349-3437

ادارۂ ادب اسلامی هند

ادارہ ادب اسلامی ہند کا ترجمان

تعمیری ادب کا نمائندہ

ماہنامہ

پیش رفت

نئی دہلی

ISSN 2349-3437

(یو جی سی کیئر لسٹ میں شامل)

جلد: ۳۰ شمارہ: ۰۳ اکتوبر ۲۰۲۲

مدیر

ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی

مجلس ادارت

ڈاکٹر حسن رضا، پروفیسر شہپر رسول، ڈاکٹر محمود شیخ، پروفیسر اسلم جمشید پوری، ڈاکٹر تابش مہدی، انتظار نعیم، حسنین سائر، ڈاکٹر محمد نعیم فلاحی

کارگزار مدیر

ڈاکٹر عرفان وحید

منیجر

محمد ساجد ندوی

	حمد | نعت	حسنین سائر | مرغوب اثر فاطمی	۴
	اداریہ	ڈاکٹر حسن رضا	۵
گاہے گاہے باز خواں	نئی اور پرانی گم راہیاں	محمد حسن عسکری	۷
مقالے	شوخ و سنجیدہ شاعر: اکبر الہ آبادی	ڈاکٹر محمد کلیم ضیا	۱۳
	شبلی نعمانی: ایک فہیم و بصیر سیاح	ڈاکٹر آفاق انجم شیخ	۱۶
	جذبہ عشق کا شاعر شور انگیز: سراج اورنگ آبادی	محمود الحسن خاں	۲۱
	نظیر اکبر آبادی کی نظم نگاری	ڈاکٹر شاہ عالم	۲۵
	فانی گورکھپوری کی شاعری	ڈاکٹر محسن علی	۳۰
	قتیل شفائی کی نظم نگاری	محمد صدام حسین	۳۵
یاد رفتگاں	پروفیسر بی۔ شیخ علی مرحوم: علم و دانش کا...	سمینا بی۔ کے۔ کے	۴۰
نقش و نور	بند دروازوں کے پیچھے	شیریں نیازی	۴۷
	اپنا گھر	احمد ریاض	۴۹
شعر و نغمہ	میں کہ اک مسافر ہوں	ڈاکٹر خالد مبشر	۳۴
	ملت اسلامیہ کے نوجوانوں سے خطاب	ڈاکٹر وارث مظہری	۴۲
سوز و ساز	غزل	فاروق خاں فراز سلطان پوری	۳۹
	غزلیں	قاضی انصار | ڈاکٹر ذکی طارق	۴۴
	غزلیں	عرفان وحید | ڈاکٹر عنبر آفاقی	۴۵
	غزلیں	سعدیہ صدف | محمد اسلم غازی	۴۶
نقد و تبصرہ	نصاب | رنگ رنگ کے شاعر	ڈاکٹر رؤف خیر | توفیق فاخری	۵۱
	جہان ادب | تاثرات		۵۵-۵۷

نوٹ: تخلیق کار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

زر تعاون

فی شمارہ	۲۰ روپے
سالانہ	۲۲۰ روپے
بیرون ملک	۱۵۰۰ روپے

چیک رڈرافٹ پر صرف Peshraft لکھیں

Union Bank of India

A/c No. 584501010050385

IFSC: UBIN0558451

Jamia Nagar, New Delhi -25

زر تعاون اور مراسلت کا پتہ

PESHRAFT MONTHLY

D-321, Dawat Nagar, Abul Fazl Enclave

Jamia Nagar, New Delhi - 110025

peshraft@gmail.com

8595650280 peshraft.in

ویب سائٹ دیکھنے کے لیے اپنے موبائل فون سے اس کوڈ کو اسکین کریں

https://peshraft.in

مقالہ

شبلی نعمانی: ایک فہیم و بصیر سیّاح

ڈاکٹر آفاق انجم شیخ

فادر جان ہلکم نے ہندستانی عُلما و مصنفین کے تعلق سے ایک نہایت تجربہ کار اور وسیع المعلومات جرمن مستشرق کی رائے کو یوں قلم بند کیا ہے:

> "عُلما و مصنفین ہند میں مجھے چند باتوں کی کمی محسوس ہوئی ہے۔ اول مادہ تحقیق و تدقیق، دوم جانچ پڑتال، سوم جدّت، چہارم مضبوطی رائے و استدلال۔ عُلما و مصنفین کا متخیلہ تو بے شک زیادہ قوی ہے لیکن اِن میں مبالغے کی عادت ہے۔ اِن کی تاریخی حکایات اور جنگی افسانے مبالغہ و متضاد خیالوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ بخلاف اِس کے اہلِ مغرب کے دماغ منطقی اِستدلال اور درست الفاظ استعمال کرنے کے عادی ہیں۔ اہلِ مغرب کے محقّقانہ اور عالمانہ معیار کے لحاظ سے اگر کوئی دیسی تصانیف تحقیق و تدقیق کا پایہ رکھتی ہیں، وہ علامہ شبلی کی تصانیف ہیں، گو یہ یک گونہ اسلامی رنگ لیے ہوتی ہیں۔"(۱)

جرمن مستشرق کی یہ رائے نہایت منصفانہ اور باوقعت ہے۔ شمس العلما مولانا شبلی نعمانی کی تصانیف کی سب سے بڑی خصوصیت فلسفیانہ تحقیق و تدقیق، مضبوطی رائے اور منطقیانہ اِستدلال ہے۔ وہ اُن عُلما و مصنفین میں سے نہیں جو ماضی کے تاریخی اوراق سے مسلمانوں کی تاریخ مرتب کر کے اُس پر اِکتفا کریں اور اپنی کاوشوں پر ملنے والی داد سے مطمئن ہو جائیں۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ اگر ماضی کو حال سے الگ کر دیا جائے تو 'پدرم سلطان بود' کے سوا کچھ باقی نہیں رہے گا، اور تاب ناک مستقبل کے حصول کے لیے حال کی تعمیر میں ماضی کا سہارا نہ لیا جائے تو یہ ایک غیر مربوط اور ناپائیدار کوشش ہو گی۔

شبلی نعمانی ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔ تنوّع، رنگا رنگی اور پہلوداری کی یہی کیفیت اُن کے علمی و ادبی کارناموں میں بھی پائی جاتی ہے۔ چناں چہ وہ ادیب و انشا پرداز بھی ہیں اور شاعر و ناقد بھی، مورّخ و سوانح نگار بھی ہیں اور عظیم المرتبت سیرت نگار بھی۔ اُن کے نوکِ قلم سے نکلے ہوئے ہر ہر لفظ کی اہمیت دائمی ہے۔ اُن کی تصنیف 'سفرنامہ روم و مصر و شام' اردو ادب میں ایک دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ دراصل یہ سفرنامہ شبلی کے بلادِ اسلامیہ کے سفر کی روداد ہی نہیں، اُن کی آپ بیتی کا ایک اہم حصّہ بھی ہے۔ اِس حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

> "یہ سفرنامہ اُن کی آپ بیتی کا ایک ٹکڑا ہے۔ جس میں فقط سفر کے مناظر اور قابلِ دید مقامات کی روئداد نہیں، دیکھنے والے کا زاویۂ نگاہ اور اندازِ طبیعت بھی صاف نظر آ جاتا ہے۔"(۲)

۱۸۹۲ء میں شبلی نعمانی نے ترکی، شام، فلسطین اور مصر کے اسفار کیے۔ چوں کہ اِن علاقوں اور ہندستان کے درمیان ایک وسیع و عریض سمندر حائل تھا اور اُس وقت ہندستان پر انگریزوں کا پوری طرح تسلّط تھا، اِس لیے عالمِ اسلام کی تمام خبریں صحیح طریقے سے ہندستانی مسلمانوں تک نہیں پہنچتی تھیں۔ دوسری طرف صورتِ حال یہ تھی کہ ہندستانی عُلما و فضلا اسلامی موضوعات پر جو تحقیقی کام کر رہے تھے اُس کے بیش تر مراجع و مآخذ عربی زبان میں تھے اور عربی و اسلامی علوم کی زیادہ تر نادر و نایاب کتابیں عرب ممالک کے کتب خانوں میں محفوظ تھیں اور کتابوں

کی طباعت کا کام بھی زیادہ تر اِنھی ممالک میں انجام پارہا تھا۔ لہٰذا لازمی طور پر ہندستان کے ہر اِسکالر کا دل و دماغ اِنھی ملکوں میں اَٹکا رہتا تھا اور وابستگی کا یہ عالَم تھا کہ وہ اِن ملکوں کی ہر چیز کو انتہائی محبت و مودّت اور عقیدت کی نگاہ سے دیکھتا تھا، اور اگر اغیار کی طرف سے اِن کے خلاف کوئی چیز آتی تو اُن کا دل بے چین ہو جاتا تھا۔ مولانا شبلی نے جب اِن ممالک کو دیکھا اور اِن کے احوال کا بہ نظرِ غائر مطالعہ کیا تو اُنھیں صاف نظر آیا کہ یورپ کے عُلما اُس دور میں بھی مسلمانوں کے ماضی کی تاریخ مسخ کرنے کے ساتھ ساتھ وہاں کے موجودہ حالات کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے صداقت اور غیر جانب داری کا مظاہرہ نہیں کر پاتے۔ اُن کی تحریروں کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی ممالک کی کسی خوبی کو گوارہ نہیں کر سکتے، اِس لیے وہ اُن کے حال کو بھی اِس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ دُنیا کی نگاہیں اِن ملکوں کی طرف سے پھر جائیں اور اُن کے دلوں سے اِن کی عزت و محبت ختم ہو جائے۔ شبلی نعمانی نے اپنے سفرنامے کے مقدمے میں یورپی عُلما کی متعصّبانہ پالیسی پر یوں اظہارِ خیال کیا ہے:

"جب یورپ میں مذہب کا زور گھٹ گیا اور مذہبی ترانے بالکل بے اثر ہو گئے تو اِس پالیسی نے دوسرا پہلو بدلا۔ اب یہ طریقہ چنداں مفید نہیں سمجھا جاتا کہ مسلمانوں کی نسبت صاف صاف متعصّبانہ الفاظ لکھے جائیں، بلکہ بجائے اِس کے یہ دانش مندانہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ اسلامی حکومتوں، اسلامی قوموں اور اسلامی معاشرت کے عُیوب تاریخی پیرائے میں ظاہر کیے جاتے ہیں اور عام تصنیفات، قصوں، ناولوں، ضرب المثلوں کے ذریعے سے وہ لٹریچر میں اِس طرح جذب ہو جاتے ہیں کہ تحلیل کیمیاوی سے بھی جدا نہیں ہو سکتے۔" (۳)

شبلی نعمانی نے دورانِ سفر اِن ممالک کا معائنہ و مشاہدہ کیا تو بہت سی چیزوں کو دیکھ کر اُن کے اندر خوشی اور خود اعتمادی پیدا ہوئی اور جو چیزیں اُن کے مزاج و طبیعت سے مناسبت نہیں رکھتی تھیں اُن کو دیکھ کر آنکھیں اَشک بار بھی ہوئیں اور اُن پر نااُمیدی کی کیفیت طاری ہوئی، کیوں کہ اُن کے ذہن میں یہ بات تھی کہ دولتِ عثمانیہ ایک مضبوط حکومت ہے، اِس کا ایک پھیلا ہوا رقبہ ہے اور اِس سرزمین سے علم و عرفان کے سوتے ہر زمانے میں اُبلتے رہے ہیں جو اِن علاقوں کے لوگوں کو سیراب کرتے رہے، بلکہ دوسری دُنیا کے لوگوں نے بھی اِس سے فیضان حاصل کیا اور اپنی علمی اور سیاسی تاریخ کے لیے بنیاد بنایا۔ شبلی کو ترکی کے مسلمانوں کی حالت بھی کم و بیش ہندستانی مسلمانوں جیسی ہی محسوس ہوئی۔ ترکی کے مسلمانوں کے تعلیمی و معاشی حالات کچھ زیادہ مسرّت بخش اور قابلِ اطمینان نظر نہیں آئے۔ ہندستانی مسلمانوں ہی کی طرح ترکی مسلمانوں کو بھی صنعت و تجارت سے کوئی سروکار نظر نہیں آیا۔ مسلمان اکثریت میں ہونے کے باوجود بھی بڑے تاجر سے لے کر معمولی دوکان دار تک عیسائی یا یہودی نظر آئے۔ شبلی کو ترکی میں پرانے نظامِ تعلیم کی حالت نہایت ابتر محسوس ہوئی۔ نئے نظامِ تعلیم کا معاملہ کم و بیش ہندستان جیسا ہی نظر آیا۔ علاوہ ازیں نئی اور پرانی تہذیب کے درمیان اختلاف و رقابت کو بھی شبلی نے بخوبی محسوس کیا۔ پرانے خیالات کے لوگ زمانے کے ساتھ چلنے کے حق میں نہیں تھے یا زمانے کی رفتار سے بے خبر تھے اور نئے مزاج و خیال کے افراد کے قول و فعل میں تضاد نظر آیا۔ ہر شخص اپنی موجودہ حالت پر صابر و قانع نظر آیا۔ بہ حیثیتِ مجموعی شبلی نے ترکی قوم میں بجائے جوش و استقلال اور عزم و حوصلہ کے ایک عجیب سی مایوسی اور افسردگی پائی:

"سلطنت کی حیثیت سے اگر قطعِ نظر کیا جائے تو مسلمانوں کی حالت وہاں بھی کچھ زیادہ مَسرت اور اطمینان کے قابل نہیں ہے، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ بہت سی باتوں میں ہندستان کے مسلمانوں سے قریب قریب ہے۔ صَنعت سے اُن کو کچھ واسطہ نہیں، تجارت میں اُن کا حصّہ بہت کم ہے، معمولی دُکان دار تک یہودی اور عیسائی ہیں۔ پرانی تعلیم نہایت ابتر ہے اور ہوتی جا رہی ہے۔ نئی تعلیم کے متعلق جو شکایت یہاں ہے وہاں بھی ہے۔ پرانی تہذیب اور نئی تہذیب میں ابھی تک رَقابت ہے اور دونوں سے مل کر کوئی مُرکّب مزاج پیدا نہیں ہوا ہے۔ پرانے خیال والے ابھی تک زمانے کی رفتار سے بے خبر ہیں۔ نئے مذاق کے لوگ جس قدر کہتے ہیں کرتے نہیں ہیں۔ ہمّت، غیرت، جوش، عزم اور استقلال کے بجائے کل قوم پر افسردگی چھائی ہوئی ہے، جو شخص جس حال میں

ہے اُس پر قانع ہے۔"(۴)

شبلی جب قسطنطنیہ پہنچے تو اِس شہر کو دیکھنے کے بعد اُنھیں بے انتہا مسرت ہوئی۔ سیکڑوں مساجد، بے شمار قدیم وجدید مدارس اور کالجز، کئی کتب خانے اور چھاپہ خانے، آمد ورفت کے جدید اور کثیر ذرائع دیکھ کر اِس شہر کی عظمت وہیبت سے شبلی بے حد متاثر ہوئے اور مسرور بھی۔ لیکن جب اِسی شہر کے دوسرے پہلو کو شبلی جیسے حساس طبیعت شخص نے دیکھا تو اُنھیں بے حد رنج ہوا۔ شہر قسطنطنیہ دو حصوں میں بٹا ہوا تھا۔ ایک استنبول کے نام سے مشہور تھا دوسرا غلطہ کے نام سے۔ استنبول میں تمام قدیم یادگاریں تھیں لیکن وہاں کے نظم میں غیر معمولی ابتری نظر آئی۔ سڑکوں پر نجاست اور گندگی کا انبار ہر جگہ نظر آیا۔ وہیں دوسری طرف غلطہ کے علاقے میں ہر چیز استنبول سے مختلف نظر آئی۔ یہاں کے بازار صاف ستھرے، سڑکیں وسیع، دُکانیں خوب صورت اور آراستہ، سڑکیں صاف وشفاف اور نجاست سے پاک۔ ایک ہی شہر کی دو متضاد حالتوں کے بارے میں شبلی لکھتے ہیں:

"باشندوں کے اختلافِ حالت کا سبب تو میں نے آسانی سے معلوم کرلیا، یعنی مسلمانوں کا اِفلاس اور دوسری قوموں کا تموُّل، لیکن سڑکوں اور گزرگاہوں کی ناہمواری و غِلاظت کا بظاہر یہ سبب قرار نہیں پا سکتا ہے۔ اِس لیے میں نے ایک مُعزَز تر کی افسر یعنی حُسین حسیب آفندی پولیس کمشنر سے دریافت کیا۔ اُنھوں نے کہا ہماری میونسپلٹی کے ٹیکس بہت کم ہیں، بہت سی چیزیں محصول سے معاف ہیں، لیکن غلطہ میں یورپین سوداگر خود اپنی خواہش سے بڑے بڑے ٹیکس ادا کرتے ہیں، اِس لیے میونسپلٹی اِن رقموں کو فیاضی سے صَرف کرسکتی ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ یہ وہی غلطہ ہے جس کی نسبت ابنِ بطوطہ نے نجاست اور میلے پن کی سخت شکایت کی ہے، یا اب ان کو صفائی و پاکیزگی کا یہ اہتمام ہے کہ اِس کے لیے بڑے بڑے ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ صفائی اور خوش سلیقگی آج کل یورپ کا خمیر بن گیا ہے۔"(۵)

شبلی نعمانی مردوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تعلیم و تدریس کے بھی حامی تھے۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ دُنیا میں کوئی بھی صالح معاشرہ اُس وقت تک وجود میں نہیں آسکتا جب تک سماج کا ہر فرد تعلیم یافتہ نہ ہوجائے۔ اُن کا اِیقان تھا کہ کوئی بھی قوم اُس وقت تک مُہذب و مُعزَز نہیں کہلاتی جب تک اُس کا ہر فرد بلاتفریق مرد وزن زیورِ تعلیم سے آراستہ نہ ہو۔ چناں چہ جب اُنھوں نے تُرکی میں بچوں کے ساتھ ساتھ بچیوں کے تعلیمی اداروں کو دیکھا تو وہ بے حد خوش ہوئے۔ ٹرکش لڑکیوں کی تعلیم و تدریس کے تعلق سے مولانا رقم طراز ہیں:

"ترکوں کی تہذیب و ترقی میں جو چیز سب سے زیادہ قابلِ قدر اور قابلِ تقلید ہے، وہ عورتوں کی تعلیم و تربیت و طریقۂ معاشرت ہے۔ دُنیا کی دو بڑی قومیں یعنی یورپین اور ایشیاٹک اِس مسئلے میں اِفراط و تفریط کے انتہائی کناروں پر واقع ہیں اور اس وجہ سے دونوں کی حالت قابلِ اعتراض ہے۔ ترکوں نے ایسا معتدل طریقہ اختیار کیا ہے جو دونوں کی خوبیوں کی جامع اور دونوں کے عیوب سے خالی ہے۔ ٹرکش عورتیں تعلیم یافتہ ہیں لیکن بے شرمی، شوخی، بے جا آزادی، رقاصی کی (اور وہ بھی غیر مردوں کے ساتھ) اُن کو تعلیم نہیں ہوئی ہے۔ وہ پردے کی پابند ہیں لیکن جاہل، دُنیا سے بے خبر، مکان کے قفس میں بند حیوان نما انسان نہیں ہیں۔ لڑکیوں کی تعلیم کے لیے سرکاری اور خانگی مدرسے کثرت سے ہیں اور پردہ و حفاظت کا ایسا عمدہ انتظام ہے کہ شرفا کو اپنی لڑکیوں کے بھیجنے میں کچھ تائل نہیں ہوتا۔ علمی مضامین کے ساتھ فرنچ زبان بھی درس میں داخل ہے۔ اِن مدارس کی وجہ سے تعلیم اِس قدر عام ہوگئی ہے کہ زمانہ حال میں بہ مشکل کوئی ایسی عورت مل سکتی ہے جس نے مناسب درجے تک تعلیم نہ پائی ہو۔ بہت سی عورتیں ہیں جو مضمون نگار ہیں اور مشہور اخبارات میں اُن کے آرٹیکل نکلتے رہتے ہیں۔ جودَت پاشا کی لڑکی فاطمہ خانم مشہور مصنفہ ہیں۔ حال ہی میں اُن کا ایک نہایت ہی عمدہ ناول شائع ہوا ہے جس کا نام 'زنانِ اسلام' ہے۔ عربی زبان میں اِس کا ترجمہ بھی ہوگیا ہے اور بیروت میں چھاپا گیا ہے۔"(۶)

قسطنطنیہ سے شبلی بیروت کے لیے روانہ ہوئے۔ بیروت جو آج لبنان کا صدر مقام ہے۔ لبنان فرانسیسی اِستعمار سے پہلے شام کا ایک حِصہ تھا۔ ترکوں نے اپنے زمانۂ اقتدار میں اپنے علاقے میں تعلیمی و ثقافتی لحاظ سے بے توجہی تو کی ہی تھی لیکن وہ علاقے جہاں عربوں کی اکثریت تھی اُن کو بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔ یہاں کے ہر علاقے میں

جہالت وغربت عام تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی طاقتوں کو تعلیم و ثقافت کے ذریعے اِس علاقے پر اپنا اقتدار جمانے میں مُزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ بیروت کی تعلیمی و ثقافتی پس ماندگی دیکھ کر شبلی کو بڑا افسوس ہوا۔ بیروت سے شبلی بحری راستے کے ذریعے فلسطین روانہ ہوئے اور فلسطین کے معروف شہر یافہ پہنچے۔ یافہ جسے انگریزی میں جافا کہتے ہیں کا وہ حِصّہ جو خوب صورت اور پُرفضا ہے، اُس علاقے کو شبلی نے یورپین آبادی سے تعبیر کیا ہے۔ یافہ فلسطین کا ساحلی علاقہ ہے، یہاں یہودی آباد ہیں۔ یافہ اور تِل اَبیب اِن دونوں شہروں پر خصوصی توجہ دی گئی، معاشی اعتبار سے یہاں کے لوگوں کو خوش حال بنایا گیا۔ مقامی عرب آبادی اور یہودیوں میں تعلیمی اور معاشی اعتبار سے زمین آسمان کا فرق تھا۔ چناں چہ ۱۹۴۷ء کے بعد جب انگریزوں سے یہ علاقہ آزاد ہوا تو فلسطین کے عربوں اور یہودیوں میں خانہ جنگی شروع ہوئی اور یہودی حکومت جو اسرائیل کے نام سے موسوم ہے وجود میں آئی اور فلسطین دو حِصوں میں بٹ گیا۔ فلسطین میں شبلی نعمانی نے بیت المقدِس میں کچھ عرصہ قیام کیا۔ وہاں سے انھوں نے مصر کے لیے رختِ سفر باندھا۔ مصر دُنیائے اسلام کا سب سے بڑا علمی مرکز شمار کیا جاتا ہے۔ شبلی کے دل میں مصر کے علمی ذخائر دیکھنے کی شدید خواہش تھی۔ اِسکندریہ سے قاہرہ کا سفر بذریعہ ریل رہا۔ قاہرہ پہنچ کر شبلی نے وہاں کی تعلیمی صورتِ حال پر بڑی سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ خصوصاً علی پاشا مُبارک کے کالج دارالعلوم اور دُنیا کی قدیم ترین یونی ورسٹی جامع اَزہر کا تقابلی جائزہ خاصا حیران کر دینے والا ہے۔ قدیم و جدید علوم کے مرکز دارالعلوم کے طرزِ تعلیم سے مولانا شبلی قدرے مطمئن نظر آتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

> "نہ صرف مصر بلکہ تمام ممالکِ اسلامیہ میں جو کالج مجھ کو سب سے زیادہ پسند آیا اور جس کو میں نے مسلمانوں کے درد کے لیے کافی سمجھا وہ یہی کالج ہے۔ میرا ہمیشہ سے یہ خیال ہے اور میں نہایت مضبوطی سے اِس پر قائم ہوں کہ مسلمان مغربی علوم میں گو ترقی کے کسی رُتبے تک پہنچ جائیں لیکن جب تک اُن میں مشرقی تعلیم کا اثر نہ ہو اُن کی ترقی مسلمانوں کی ترقی نہیں کہی جاسکتی۔ بے شبہ مشرقی تعلیم کی جو موجودہ اسکیم ہے وہ نہایت ابتر اور غیر ضروری ہے، لیکن اِسی تعلیم میں ایسی چیزیں بھی ہیں جو مسلمانوں کی قومیت کی روح ہیں، اور جس تعلیم میں اِس روحانیت کا مُطلق اثر نہ ہو مسلمانوں کے مذہب، قومیت، تاریخ، کسی چیز کو بھی زندہ نہیں رکھ سکتی۔ جس مصیبت کا ہندستان میں رونا ہے وہی قسطنطنیہ، بیروت اور مصر میں بھی موجود ہے، یعنی نئی تعلیم میں قومیت اور مذہبی پابندی کا اثر کم ہے اور پُرانی تعلیم اِس قابل نہیں کہ دُنیا کی موجودہ ضرورتوں کا ساتھ دے سکے۔ صرف یہ دارالعلوم ہے جو دونوں ڈانڈوں کو ملانا چاہتا ہے۔ اگرچہ افسوس ہے کہ ابھی پورا کام یاب نہیں ہوا۔" (۷)

جہاں مولانا شبلی دارالعلوم کے طرزِ تعلیم سے خاصے مطمئن اور پُرامید نظر آئے وہیں دُنیا کی قدیم ترین تاریخی دانش گاہ جامع ازہر کی زیارت سے انھیں سخت مایوسی ہوئی۔ جامع ازہر کے نظم کے تعلق سے مولانا یوں تحریر فرماتے ہیں:

> "اندر داخل ہوا تو ہر طرف طالب علم ہی طالب علم نظر آتے تھے۔ جا بجا مدرسین درس دے رہے تھے اور ایک ایک کے گرد تیس تیس چالیس چالیس کا مجمع تھا۔ یہ حلقے تیس چالیس سے کم نہ تھے اور چوں کہ پاس پاس تھے اِس لیے اِس قدر شور و غُل تھا کہ کان پڑی آواز سُنائی نہیں دیتی تھی۔ مجھ کو خیال ہوا کہ آج کوئی خاص دِن ہے اور اِس وجہ سے کثرت سے طلبہ جمع ہو گئے ہیں، لیکن دو چار روز رہ کر یہ معلوم ہوا کہ یہ معمولی حالت ہے۔ مجھ کو خیال ہوا کہ اِس ہنگامے میں جمعیّتِ خاطر ایک طرف مدرسین کی آواز بھی طالب علم کے کان تک پہنچتی ہے یا نہیں۔ روٹیوں کی تقسیم کا طریقہ یہ ہے۔ وقتِ معین پر طلبہ کا ایک گروہ بازار میں (جو مسجد کے سامنے ہے) دو رُویہ صف باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور روٹیاں تقسیم ہونا شروع ہوتی ہیں۔ ایک گروہ کے بعد دوسرا گروہ آتا ہے اور یہ سلسلہ کئی گھنٹوں تک قائم رہتا ہے۔ طالب علموں کے ہاتھ میں کوئی تولیہ یا رومال نہیں ہوتا، جس طرح بھیک منگے جو کچھ مِلتا ہے، ہاتھ پھیلا کر لے لیتے ہیں۔" (۸)

جامع ازہر کی تعلیمی صورتِ حال پر کفِ افسوس ملتے ہوئے مولانا مزید لکھتے ہیں:

> "اِس سے زیادہ افسوس تعلیم کی ابتری کا ہے۔ یہاں مستقل اور اصلی طور پر صرف فقہ و نحو کی تعلیم ہوتی ہے اور دونوں کے لیے آٹھ آٹھ برس مقرر ہیں۔ منطق، فلسفہ، ریاضی اور دیگر علومِ عقلیہ تو گویا درس میں داخل ہی نہیں۔ اصولِ فقہ، تفسیر، حدیث، ادب، معانی، بیان کی تعلیم ہے لیکن اِس قدر کم ہے کہ اتنے بڑے دار العلوم کے کسی طرح شایانِ شان نہیں۔ زیادہ افسوس یہ ہے کہ تعلیم کسی اصول پر نہیں ہے۔ نہ صف بندی ہے، نہ کوئی خاص نصاب ہے، نہ امتحان ہوتا ہے، نہ ترقی پانے کے لیے کوئی قاعدہ مقرر ہے۔ افسوس پر افسوس یہ ہے کہ اِن ابتریوں کی اصلاح کی کوئی تدبیر نہیں۔ علی پاشا مبارک نے جو ایک زمانے میں سَرشتہ تعلیم کا افسر تھا کچھ اصلاح کرنی چاہی تھی، اس پر ازہر کے تمام علما اُس کے دشمن بن گئے اور چوں کہ شیخ ازہر کا اثر طلبہ پر منحصر نہیں بلکہ تمام مُلک اُس کو مذہبی پیشوا تسلیم کرتا ہے، اِس لیے پاشائے موصوف کو اِغماض کرنا پڑا۔"(۹)

مولانا شبلی نے مصر کی قدیم ترین دانش گاہ کی تعلیم و تدریس اور تربیت و معاشرت کا جو نقشہ پیش کیا ہے کم و بیش وہی صورتِ حال دُنیا کے اکثر و بیش تر اُن تعلیمی اداروں کی ہے جہاں مسلمان بچے زیرِ تعلیم ہیں۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ صدیوں سے مسلمانوں پر جَمود و تعطُّل طاری ہے جِس کی وجہ سے اِن کا پورا معاشرہ غربت و افلاس اور جہالت کا شکار ہے۔ اور جو سوسائٹی غربت و جہالت میں مبتلا ہو وہاں فکر و فن کے تمام سوتے خشک ہو جاتے ہیں۔ اجتہاد کے نام ہی سے انھیں پریشانی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم تعلیمی اداروں کی اصلاح ممکن نہیں ہو سکی، اور جب اِن ملکوں میں سیاسی بیداری شروع ہوئی اور نئے طریقۂ تعلیم وجود میں آئے تو تعلیم و تربیت کے رہ نماؤں نے قدیم درس گاہوں کو نظر انداز کر دیا اور جدید طرز کے ادارے قائم کیے۔ چناں چہ مصر میں بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں ترقی پسند علما اور مفکرین کی رہ نمائی میں قاہرہ یونی ورسٹی وجود میں آئی جو جدید علوم کے اعتبار سے دُنیائے اسلام کی پہلی سب سے بڑی یونی ورسٹی شمار کی جاتی ہے۔

شمس العلما مولانا شبلی نعمانی کے اِن اسفار کی خوبی یہ ہے کہ اسلامی دیار اور اسلامی مدارس اُس نگاہ سے دیکھے گئے ہیں جو اُن کے شایانِ شان ہیں۔ اُس زمانے میں سفر کرنے والے اور حالاتِ سفر لکھنے والے اور بھی گزرے، مگر وہ قسطنطنیہ، بیروت، فلسطین و قاہرہ کو اُسی دل چسپی کی نظر سے دیکھتے ہیں جو اُس کا اِقتضا ہے۔ پس وہ اپنے مذاق کے مطابق اِن شہروں کی سیر و سیاحت کے نتائج اخذ کرتے ہیں اور اُس تاثیر سے بے خبر رہتے ہیں جو اِن دیار کا ہر ذرّہ ایک مسلمان کے دِل پر کرتا ہے۔ مولانا شبلی نعمانی نے ایک غیر جانب دار مورّخ، ایک باریک بیں سیاح اور ایک مسلمان محقّق کی نظر سے اِن ممالک، اِن شہروں اور اداروں کو دیکھا ہے اور وہاں کی تعلیم و تدریس اور طرزِ معاشرت کی حقیقی صورتِ حال سے ملتِ اسلامیہ کو آگاہ کرنے کی ایک کام یاب سعی کی ہے۔ ■

حواشی:

۱۔ ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی۔ شبلی: معاصرین کی نظر میں۔ اتر پردیش اردو اکیڈمی، لکھنو۔ ۲۰۰۵ء۔ (ص ۱۷۱۔ ۱۷۲)

۲۔ شیخ محمد اکرام۔ یادگارِ شبلی۔ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور۔ ۱۹۷۱ء۔ (ص ۱۹۴)

۳۔ مولانا شبلی نعمانی۔ سفرنامہ روم و مصر و شام۔ مہتاب پریس، دہلی۔ ۱۹۲۷ء۔ (ص ۳)

۴۔ ایضاً (ص ۲۸)، ۵۔ ایضاً (ص ۷۶)، ۶۔ ایضاً (ص ۱۰۳)

۷۔ ایضاً (ص ۱۱۲)، ۸۔ ایضاً (ص ۱۱۳)

HOD, Dept of Urdu, Arts & Commerce College, Jalgaon, Maharashtra

PESHRAFT MONTHLY पेशरफ़्त
October 2022, Vol. 30, Issue 03
Total Pages: 60 (With Cover)
Postal Regn. No. DL(S)-17/3478/2021-23
Publishing 23 & Posting 25-26 of Advance Month
Posted at Lodhi Road HPO, New Delhi
RNI No. 57245/1993

With Best Compliments from

QUALITY EXPORTS

Seafood processors & Exporters

For more details contact:
Factory: Plot Nos, SB, 64 to 71, Concolim Industrial Estate
Cuncolim - Goa 403 703
Tel: 91832 2865610,11,12 Fax: 91832 2865609
email: qualityexportsgoa@gmail.com

Printed & Published by Mohd. Hasnain on behalf of Idara-e-Adab-e-Islami Hind.
Printed at Asila Offset Printers, 1307/8, Gali Sharif Wali, Kalan Mahal, Darya Ganj, New Delhi-110002,
Published at D-321, Dawat Nagar, Abul Fazl Enclave, Jamia Nagar, New Delhi -110025 **Editor: Dr. [illegible]ah Rashad Usmani**